جناب مولا بخش محمدی تھرپارکر

مولانا احمد ملاحؒ

مولانا الحاج احمد ملاح بدینویؒ اپنے آبائی گاؤں کنڈی میں پیدا ہوئے جو تحصیل بدین کے مشہور مقام "روپا ماڑی" سے دو میل مشرق میں واقع ہے۔ آپ چونکہ ایک غریب گھرانے سے رکھتے تھے اس لئے آپ کو مویشی چرانے کے کام پر لگا دیا گیا۔ مگر اشتیاق علم نے آپ کو بے تاب کر دیا تو آپ تعلیم کے حصول میں لگ گئے۔ حافظ عبداللہ مندھری اور دوسرے کئی اساتذہ سے علم حاصل کیا اور عربی، فارسی اور علوم عالیہ میں دسترس حاصل کی۔ تحصیل علم کے بعد اپنے گاؤں میں نور محمد مندھری وغیرہم کے مدارس میں معلم مقرر ہوئے۔ پھر آپ نے مدرسہ مظہر العلوم کا سنگِ بنیاد رکھا۔ جس کے بعد میں منتظم مقرر ہوئے۔

غالباً ۱۹۲۳ء میں بعد تحقیق کے بعد مسلک اہل حدیث اختیار فرمایا۔ جس کے جلد ہی بعد بدین میں بدعتیوں اور اہل توحید کے درمیان ایک عظیم مناظرہ ہوا۔ جس میں مقلدین کی جانب سے پیر ہاشم سرہندی، پیر غلام مجدد وغیرہما اور اہل توحید کی طرف سے مولانا عبدالرحیم پچھپی، مولانا محمد عمر منگسی، پیر ثناء اللہ شاہ، سید احسان اللہ راشدی وغیرہم نے شرکت کی۔ بالآخر اہل توحید کو فتح مبین حاصل ہوئی۔ مگر پیر عالی شاہ جیلانی کی طرف سے اہل توحید کے خلاف ایک باقاعدہ محاذ بنایا گیا اور متعصب مولویوں نے اہلحدیث علماء پر کفر کے فتوے صادر کئے۔ جن نیرہ علماء پر فتوے جاری ہوئے، ان میں حسب ذیل علماء شامل تھے:

مولوی عبدالرحیم پچھپی، مولوی احمد ملاح، مولوی عبدالرحیم شاہ، سید احسان اللہ، مولوی عبدالوہاب لنڈ، مولوی عبدالرحیم جتائی وغیرہم ـــــــ ان فتاوی اور دشمنی

کے باعث مولانا کو مدرسہ مظہر العلوم چھوڑنا پڑا اور آپ نے ایک الگ مدرسہ قائم کر لیا۔

پہلی جنگِ عظیم میں جب ترکوں پر مظالم ڈھائے گئے تو پاک و ہند میں جو تحریک خلافت شروع ہوئی، مولانا مرحوم نے اس میں بہت کچھ حصہ لیا۔ اور اپنے شعروں میں انگریزوں کی خوب مذمت کی اور ایوان حکومت میں جیسے زلزلہ آگیا۔ بالآخر انگریز حکومت نے آپ پر جھوٹا مقدمہ جاری کیا اور آپ کو زندان میں ڈال دیا ؎

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

جیل میں انگریز حکومت نے مولانا مرحوم سے نہایت برا سلوک کیا اور بڑی بڑی مشکلات سے دوچار ہوئے جن کا ذکر مولانا مرحوم کے اشعار میں ملتا ہے اور جنہیں پڑھ کر بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

مولانا مرحوم ایک اچھے شاعر تھے چنانچہ جہاں انھوں نے شامیوں اور ترکوں پر اطالویوں کے مظالم کی تصویر کھینچ کر خوب خوب رلایا ہے وہاں آپ نے حج بیت اللہ کے سفر، کعبۃ اللہ کی شان، عرفات، منیٰ و مدینۃ الرسول اور مسجد نبوی کے دلفریب اور ایمان افروز مناظر کی شاندار لفظوں میں عکاسی فرمائی ہے۔ جس سے دل پر رقت سی طاری ہو جاتی ہے۔

افسوس کہ مولانا صاحب کے تمام کے تمام اشعار سندھی میں ہیں ورنہ ان کے چند شعر بطور نمونہ ہدیۂ ناظرین کئے جاتے۔

ایک عظیم فتنے کا سدِباب:

آپ کے زمانہ میں ایک عظیم فتنے نے سر اٹھایا۔ بدین کے قریب لواری نامی ایک خانقاہ ہے جہاں ابتداءً تو عرس اور میلے کا ڈھونگ رچایا جاتا تھا مگر ۱۹۳۸ء میں باضابطہ طور پر یہ شرمناک اعلان کیا گیا کہ آئندہ ۹ ذی الحجہ کو لواری پر غریبوں کے لئے حج پڑھا جائے گا۔ اور یہ پروپیگنڈہ بھی کیا گیا کہ جو شخص حج کے دنوں میں لواری کی درگاہ پر بہ ارادۂ صدق و صفا حاضری دے گا وہ عنداللہ حاجی اور ناجی ہے[1]۔ درگاہ کے باہر ایک بورڈ پر تحریر کیا گیا:

"حاجی، ناجی، غازی کو صد مبارک، صد سلام! خطبہ حج ۲ بجے دیا جائے گا"

---

[1] شان لواری

یہاں تک کہ لواری کی زمین کو مکہ مدینہ کہا گیا ۔ آب زمزم ، عرفات اور جنت البقیع کے نام بھی تجویز کئے گئے (آج تک لواری کے مرید خواہ کہیں ہوں لواری کی طرف پاؤں کر کے نہیں سوتے)

اس مشرکانہ اور باغیانہ سازش کے متعلق سن کر نہ صرف سرزمین سندھ بلکہ ہر اس جگہ سے جہاں جہاں یہ روح فرسا خبر پہنچی دیار حرم پر مٹنے کے لئے موحدین کے کارواں یکے بعد دیگرے بدین پہنچنے لگے ۔ ان میں افغانی بھی تھے ، سندھی بھی ، بلوچی بھی اور پنجاب کے غیور مجاہد بھی !

لیکن اس کاروانِ توحید کے لشکر جرار کو ایک بیباک اور نڈر رہبر کارواں کی ضرورت تھی ۔ یہ سعادت عظیم حاجی احمد ملاح کے مقدر میں لکھی جا چکی تھی جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ دو برس سے پاسبانِ حرم کے انتظار میں تھے ۔ بالآخر وہ دن آیا جب ہزارہا سرفروش اپنی جان کی بازی لگانے اور حرمین شریفین کے ناموس کی خاطر مر مٹنے کے لئے تیار ہو گئے ۔ اور مولانا احمد ملاح ان سرفروشوں کا ایک جم غفیر پیچھے لگائے ، بیت الحرام کے عشق میں گرفتار ، ترنم ریز آواز میں پرسوز اشعار پڑھتے ہوئے ، لواری کی طرف بڑھے ۔ سادہ لباس میں ملبوس ، گھنی داڑھی والا نورانی چہرے کا مالک جسمانی طور پر بوڑھا مگر روحانی طور پر نوجوان ، جب یہ مردِ مجاہد اور درویش خصلت انسان جب اس شان سے لواری پہنچا تو لواری کے قبے کانپنے لگے ۔ مولانا نے نعرہ لگایا کہ آ ے ہماری غیرت ایمانی سے کھیلنے والو ، گولیوں کے لئے یہ سینے حاضر ہیں ان کو چھید ڈالو ، ہماری بوٹی بوٹی نوچ لو ۔ تمہارا گولہ بارود اور بے رحم گولیاں ختم ہو سکتی ہیں ، لیکن بیت اللہ میں ہونے والا یہ حج لواری میں نہیں ہو سکتا ۔ اس سرزمین سندھ پر محمد بن قاسم کے پاؤں ثبت ہو چکے ہیں ۔ یہ سر کٹا یا جا سکتا ہے لیکن جھکایا نہیں جا سکتا "—— جو سعادتمند اس معرکہ میں شامل تھے ، ان سے راقم الحروف نے سنا کہ جب ہم زمین پر نعرے لگاتے تھے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ آسمانوں پر سے ان کا جواب آ رہا ہے جن کی گونج ہمیں سنائی دیتی تھی ۔ عجیب وقت تھا ، عجیب سماں تھا ، مسلمان جب سر سے کفن باندھ کر نکلتا ہے تو قدرت کی ان دیکھی قوتیں اس کی مدد کے لئے حرکت میں آ جاتی ہیں اور یہی ہوا ، سامراجیوں اور بدعتیوں کو حق کے سامنے ہتھیار ڈال دینے پڑے اور "حج" کو ممنوع قرار دے کر غیر معینہ مدت کیلئے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی ——— مجاہدین اسلام اپنی تاریخ کا ایک اور درخشاں ترین باب لکھ

چکے تھے ۔

۱۹۵۸ء میں اس فتنہ نے دوبارہ سر اٹھایا جسے بروقت مولانا مرحوم اور فدائین حرم نے کچل دیا ۔ اس جدوجہد میں مولانا احمد ملاح کو دو مرتبہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں ۔

مگر پھر جب مولانا مرحوم نے انتقال فرمایا تو ۱۹۷۳ء میں تیسری بار یہ فتنہ اٹھ کھڑا ہوا ۔ اس بار لواری کے مریدوں نے ایک وزیر باتدبیر کو مدعو کر کے اس حج سے پابندی اٹھانے کا مطالبہ کیا جو اخبارات میں بھی شائع ہوا لیکن درحقیقت یہ ایک سوچی سمجھی سکیم تھی جس کا انکشاف اس وقت ہوا جب مولانا مرحوم کے کتب خانہ کو لواری کے مریدوں نے آگ لگادی اور کتب خانہ میں موجود ایک بے گناہ غریب شخص کو بری طرح زدوکوب کیا گیا ۔ اس داستان کا سب سے دردناک پہلو یہ ہے کہ کتابوں کے علاوہ کتب خانہ میں قرآن حکیم کی کئی جلدیں بھی تھیں جو جل کر راکھ ہو گئیں ۔ اس کے بعد نیم سوختہ اور بچی کھچی کتابوں کی دس بوریاں بدین کے تھانہ میں جمع کرا دی گئیں ۔

سندھ میں اس حادثے کی خبر سن کر پھر ایک بار غم و غصے کی لہر دوڑ گئی لیکن جو انصاف چند سال قبل سندھی مجاہدوں کو ایک غیر مسلم عیسائی حکومت سے مل گیا تھا ، وہ انہیں اپنی مسلمان حکومت سے نہ مل سکا ۔ ۔ ۔ ۔ ایں چہ بوالعجبی است ؟

بہرحال سچ تو یہ ہے کہ اگر محمود غزنوی فاتح سومنات تھے تو احمد ملاح کو فاتح لواری نہ کہنا بے انصافی ہوگی کہ کم از کم اپنی زندگی میں انہوں نے اس شرمناک سازش کو کامیاب نہ ہونے دیا ۔

مولانا مرحوم نے تحریری طور پر بھی اپنی زندگی میں کافی کام کیا ۔ ان کا ایک بہت بڑا کارنامہ قرآن مجید کا منظوم ترجمہ ہے جو پورے ۱۳ برس کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے ۔ جب آپ نے یہ کام شروع کیا تو علمی حلقوں میں طرح طرح کی چہ مہ گوئیاں ہونے لگیں ۔ مگر ارباب الہجڈ پونے جب بڑے خوبصورت انداز میں یہ ترجمہ شائع کر کے علمی حلقوں تک پہنچایا تو مخالفین نے بھی مولانا کو ہدیہ تبریک پیش کیا ۔ یہ ترجمہ تحت لفظی ہے اور بڑا فصیح و بلیغ ! اللہ ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے ، آمین !

نشر ہیں مولانا کی ایک کتاب "معرفت اللہ" ہے جو توحید کے موضوع پر ایک قیمتی دستاویز ہے۔

آپ کی دیگر تصانیف کے نام یہ ہیں:

ہیکڑا ئی حق، فتح لواری، بیاض احمد، گلزار احمد، گلشن احمد، پیغام احمد۔

اس کے علاوہ بھی مولانا صاحب کا کافی تبلیغی کلام موجود ہے جو تادمِ تحریر شائع نہیں ہو سکا۔

راقم الحروف کی مولانا صاحب سے صرف ایک ملاقات ہوئی اور اس ملاقات کا تاثر صرف ان الفاظ میں بیان کر سکتا ہوں کہ ع

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں

مولانا مرحوم ایک سادہ دل، درویش صفت، بردبار اور خوش طبع انسان تھے۔ آپ جماعت اہل حدیث کے روحِ رواں تھے اور جماعت کی تنظیم حزب اللہ کے ناظم اعلیٰ! میرِ مجلس اور قادرِ کلام تھے، قرآن و حدیث اور فقہ میں کافی عبور رکھتے تھے۔ مرحوم کی اولاد میں ایک بیٹی اور تین بیٹے ہیں۔ آپ نے ۱۹۶۸ء میں ۱۹ جولائی کو بروز ہفتہ شام کے وقت داعئ اجل کو لبیک کہا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۰۰ برس کے قریب تھی۔ آج غریب آباد بدین کی مجلسیں ویران پڑی ہیں!